© rasailojaraid.com

باب الفتاوی

سوال:۔ بندہ نے آج سے تقریباً بیس سال پہلے اپنی ہمشیرہ کا نکاح اپنے ایک عزیز سے کیا۔ نکاح کے وقت میرا عزیز بالغ تھا جب کہ میری ہمشیرہ نابالغہ تھی تقریباً تیسری جماعت کی طالبہ تھی، لہذا قبول بھی میں نے کیا اور دعا خیر کر دی۔ وقت گزرتا گیا اب میری ہمشیرہ ایف اے کر چکی ہے آگے بھی تعلیم جاری ہے حاملہ بالغہ ہے۔ جونہی میری ہمشیرہ نے ہوش سنبھالی تو اس نے میری بیوی کو کہا کہ بھائی جان نے میرے بارہ میں جو فیصلہ کیا ہے وہ غلط ہے میں اس طرح نہیں چاہتی میری والدہ سے بھی اس نے اسی طرح کہا۔ میری بیوی نے مجھے صورت حال سے آگاہ کیا تو میں بہت پریشان ہوا۔

میرا ضمیر اور دل نہیں چاہتا کہ میں اپنی ہمشیرہ کے ساتھ زیادتی کروں۔

مندرجہ بالا صورت حال کے پیش نظر بندہ نے اپنے عزیزوں سے معذرت بھی کر دی ہے اور وہ مجھے پریشان کرنے کی دھمکیاں بھی دیتے ہیں۔ جب کہ آئینی طور پر نکاح درج نہیں ہوا صرف دعا خیر ہی تھی۔ مندرجہ بالا صورت حال کے پیش نظر قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کیا میں آگے دوسری جگہ پر (اپنی ہمشیرہ کی رضامندی سے) شادی کر سکتا ہوں یا نہیں۔

الجواب بعون الوهاب

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى اله و اصحابه اجمعين امابعد

مسئلہ نکاح میں خاوند بیوی کی رضامندی ضروری ہے۔ کیونکہ انہوں نے مل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر زندگی بسر کرنا ہوتی ہے اس لئے نکاح میں جبر کرنا ہر گز جائز نہیں بلکہ نکاح میں لڑکی کی رضامندی کو احادیث صحیحہ میں ضروری قرار دیا گیا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتنكح الايم حتی تستامر ولاالبكر حتی تستاذن۔ الحديث (متفق علیه)

کہ نبی ﷺ نے فرمایا نہ نکاح کیا جائے شوہر دیدہ کا حتیٰ کہ اس سے مشورہ کیا جائے اور نہ ہی نکاح کیا جائے کنواری لڑکی کا حتیٰ کہ اس سے اجازت طلب کی جائے۔

تو اس لئے نکاح میں عورت کی رضامندی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اور اس بارہ میں جبر و اکراہ ہر گز درست نہیں۔

اور صورت مسئولہ میں جب لڑکی کی شادی کی گئی اس وقت وہ صاحب الرائے نہ تھی اور جب وہ سن شعور کو پہنچی تو اس نے اس شادی سے ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا ہے اور اس لڑکی کو سمجھانے کے باوجود وہ رضامند نہ ہو تو اسے فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال ان جارية اتت رسول الله صلی الله علیه وسلم فذكرت ان اباها زوّجها وهی كارهة فخيرها النبی صلی الله علیه وسلم۔ (رواه ابوداود بحواله مشكوٰة المصابيح جلد دوم ص۱۰۔ مع تنقيح الرواة)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک لڑکی آئی اور اس نے کہا کہ میرے باپ نے میری شادی کی ہے اور میں اسے ناپسند کرتی ہوں تو آپ ﷺ نے اسے اختیار دے دیا۔ یعنی اگر چاہے تو اس نکاح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو قبول کرتے ہوئے اس خاوند کے ساتھ زندگی بسر کرے اور اگر چاہے تو اسے ترک کرتے ہوئے دوسری جگہ شادی کر لے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولی کو جبر نہیں کرنا چاہیئے اور اگر بالفرض ایسا کردے تو لڑکی کو اختیار ہوتا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح میں ہے کہ

قال ابن القطان حدیث ابن عباس صحیح والحدیث یدل علی تحریم اجبار الاب لابنتہ البکر علی النکاح وغیرہ من الاولیاء بالاولی

امام ابن قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث صحیح ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والد کو لڑکی کے نکاح میں جبر کرنا جائز نہیں اور باپ کے علاوہ دیگر اولیاء کیلئے بالاولی جبر کرنا درست نہیں۔ (تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ الربع الثالث ص ۱۰) اور حضرت شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین دھلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"جب باپ اپنی لڑکی کا نکاح کسی شخص سے کردے اور لڑکی اس نکاح سے راضی نہ ہو تو اس لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ باپ نے اس کا نکاح کفو سے کیا ہو یا غیر کفو سے لڑکی کا اس نکاح سے کارہ اور ناراض ہونا ہی علت ہے فسخ نکاح کے حاصل ہونے کی جیسا کہ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور ہے (فتاوی نذیریہ جلد دوم ص ۸۸)

صورت مسئولہ میں لڑکی کا اپنے بھائی کے کیئے ہوئے نکاح کو ناپسند کرنا واضح ہے چنانچہ مذکورہ احادیث کی روشنی میں لڑکی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔

مگر یاد رہے فسخ کرنا عدالت کا حق ہے اور اگرچہ نکاح نامہ درج نہیں ہوا پھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی گواہان وغیرہ کے ذریعہ عدالت میں مدعو کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ فسخ نکاح (جس کا شرعاً لڑکی کو حق ہے) عدالت سے کروایا جائے اور عدالت کو بھی چاہیئے کہ تحقیق واقعہ پر لڑکی کو تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کردے۔ اس کے بعد جہاں چاہیں رضامندی سے شادی کردیں۔

هذا ما عندنا والله تعالى اعلم بالصواب۔

بقیہ :۔ مطالعہ قرآن

ہوتا ہے۔ مربی و معلم بددل ہوتے ہیں اور اس عمل میں نشاط و حرکت کا عمل مفقود ہو جاتا ہے تعلیم و تربیت کا معیار تنزل و انحطاط سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اور معاشرہ بگاڑ و فساد کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔

بقیہ :۔ لغات الحدیث

۲۔ لایجوز فیہ اتجروا بالادغام لان الهمزة لاتدغم فی التاء لانہ من الاجر لامن التجارة۔ (تاج العروس۳/۷)

۳۔ وان صح فیها یتجر فیکون من التجارة لامن الاجر۔ (النہایہ۱/۲۵)

۴۔ صاحب "المفصل" نے باب افتعال کے فاء کلمہ کے ہمزہ کو تاء بنا کر تائے افتعال میں ادغام کو غلط قرار دیا ہے۔ (بحوالہ تحفۃ الاحوذی ۱/۱۲۵) (باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com